شرح مثنوی مولانائے روم

گذشتہ سے پیوستہ

ملاقات بادشاہ باآں ولی کہ در خوابش نمودند

(۱) شہ چو پیشِ مہمانِ خویش رفت شاہ بود و لیک بس درویش رفت

بادشاہ جب اُس مہمان سے ملا تو شانِ ملوکانہ کے بجائے بہت عاجزانہ طور سے ملا۔

(۲) دست بکشاد و کنارانش گرفت ہمچو عشق اندر دل و جانش گرفت

دونوں ہاتھ کھول کر اُسے سینہ سے لگا لیا۔ اور اس طرح اسے اپنے دل میں جگہ دی۔ جس طرح عاشق اپنے محبوب کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے

(۳) دست و پیشانیش بوسیدن گرفت وز مقام و راہ پرسیدن گرفت

اس کے ہاتھوں اور پیشانی کو بوسہ دینا شروع کیا اور سفر کے حالات (ازراہِ محبت) دریافت کئے۔

(۴) پرس پرساں می کشیدش تا بصدر گفت گنجے یافتم آخر بہ صبر

اسی طرح مزاج پُرسی کرتے ہوئے اُسے مقام صدر تک لے گیا۔ یعنی جہاں اُس کی پذیرائی کا انتظام کیا تھا، اور کہا کہ صبر کی بدولت مجھے بہت بڑا خزانہ مل گیا

(۵) صبر تلخ آمد ولیکن عاقبت میوۂ شیریں دہد پُر منفعت

بیشک صبر کرنا بہت دشوار ہوتا ہے لیکن اس کا نتیجہ بہت اچھا نکلتا ہے ؏ صبر تلخ است ولیکن برِ شیریں دارد

(۶) گفت اے ہدیۂ حق و دفعِ حرج معنئ الصبر مفتاح الفرج

حرج بمعنی تنگی۔ دفع بمعنی دافع۔ معنی سے مراد ہے مصداق اَلصّبرُ مفتاحُ الفَرَج۔ یہ ایک حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "صبر کشادگی یا کامیابی کی کنجی ہے۔" مطلب شعر کا یہ ہے کہ بادشاہ نے اُس مہمان سے یہ کہا کہ آپ عطیۂ حق ہیں اور تنگی (دشواری) کے دور کرنے والے ہیں اور اس حدیث کے مضمون کے مصداق ہیں کہ صبر کامیابی کا ذریعہ ہے۔ میں نے صبر کیا تو اللہ نے آپ کو میری پریشانی دفع کرنے کے لئے بھیجدیا۔

(۷) اے لقائے تو جوابِ ہر سوال مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

آپ ایسے بابرکت ہیں کہ محض آپ کی ملاقات ہی سے تمام مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔ مصرع ثانی مصرع اول کی تشریح ہے

(۸) ترجمانِ ہر چہ ما را در دل است — دستگیرِ ہر کہ پایش در گل است

پا در گل کنایہ ہے مشکل میں پھنس جانے سے۔ مطلب اینکہ، آپ ہمارے دل کے بھید سے واقف ہیں اور ہر اُس شخص کے دستگیر ہیں، جو کسی مشکل میں گرفتار ہو۔

(۹) مرحبا یا مجتبیٰ یا مرتضیٰ! — اِن تَغِب جآءَ القضاءُ ضاقَ الفضاء

خوش آمدید اے پسندیدہ اور برگزیدہ شخص! اگر آپ غائب ہو جائیں تو مصیبت زدہ کو موت آ جائے، اور یہ دُنیا اُس کے حق میں تنگ ہو جائے۔

(۱۰) اَنتَ مولی القوم مَن لا یشتھی — قد ردیٰ، کَلّا لئن لم ینتہ

لفظی ترجمہ یہ ہے "تو قوم کا آقا ہے، جو شخص تیری طرف مائل نہیں ہوگا۔ وہ ہلاک ہو جائے گا۔" کَلّا لئن لم ینتہ" یہ قرآنی آیت کا حصہ ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر وہ (ابو جہل) آنحضرت ﷺ کی مخالفت سے باز نہیں آئیگا (تو البتہ ہم اس کے بال پکڑ کر جہنم کی طرف کھینچیں گے)

بُردنِ بادشاہ آں طبیب را بر سرِ بیمار تا حالِ او بہ بیند

(۱) چوں گذشت آں مجلس و خوانِ کرم — دستِ او بگرفت و بُرد اندر حرم

جب مزاج پُرسی اور کھانے پینے سے فراغت ہو چکی۔ تو بادشاہ اُس ولی کامل کا ہاتھ پکڑ کر زنان خانہ میں لے گیا۔

(۲) قصۂ رنجور و رنجوری بخواند — بعد ازاں در پیشِ رنجورش نشاند

پہلے اس کنیز کا اور اس کی بیماری کا قصہ سُنایا، پھر اسے اس کے پاس بٹھایا۔

(۳) رنگِ رو و نبض و قارورہ بدید! — ہم علامات و ہم اسبابش شنید

اُس حکیم حاذق نے اُس کنیز کے چہرے کا رنگ دیکھا، نبض دیکھی، اور قارورہ کا معائنہ کیا اور مرض کے اسباب اور اُن کی علامات پر بھی غور کیا۔

(۴) گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند — آں عمارت نیست ویراں کردہ اند

مریضہ کا معائنہ کرنے کے بعد حکیم نے کہا کہ طبیبوں نے چونکہ کنیز کا مرض نہیں پہچانا اس لئے اس کو نفع کے بجائے نقصان پہونچایا۔

(۵) بے خبر بودند از حالِ درُوں — استعیذ اللہ مما یفترون

اطبا، کنیز کی اندرونی (قلبی) حالت سے آگاہ نہ ہو سکے، میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اُس بات سے جو وہ افترا کرتے ہیں، یعنی مرض کچھ تھا، مگر وہ سمجھے کچھ، اسی لئے صحیح علاج نہ کر سکے۔

(۶) دید رنج و کشف شد بروے نہفت — لیک پنہاں کرد و با سلطان نگفت

اس حکیم کامل نے کنیز کا اصلی مرض پہچان لیا۔ اور اس کنیز کی پوشیدہ یعنی اصلی بیماری اس پر ظاہر ہو گئی، مگر

اُس نے بادشاہ کو اس مرض سے آگاہ نہیں کیا۔

(۷) رنجش از صفرا و از سودا نبود بوے ہر ہیزم پدید آید ز دود

اس کا مرض (رنج) صفرا یا سودا کی بے اعتدالی کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ وہ مرض عشق میں مُبتلا تھی، دوسرے مصرع میں اس کو مثال سے واضح کیا ہے کہ جس طرح دھوئیں سے لکڑی کا پتہ چل جاتا ہے۔ کہ فلاں لکڑی ہے۔ اُسی طرح علامات اور آثار سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں مریض عشق میں مبتلا ہے۔

(۸) دید از زاریش کو زارِ دل است تن خوش است اما گرفتارِ دل است

اس عارف نے اس کی آہ وزاری سے معلوم کر لیا کہ وہ کسی پر عاشق ہے، اس کا بدن تندرُست ہے، مگر اس کا دِل کسی کی محبت میں گرفتار ہے

(۹) عاشقی پیداست از زاریٔ دِل نیست بیماری چو بیماریٔ دل

اس کے دل کی کمزوری سے ظاہر ہے کہ وہ کسی پر عاشق ہے، اور سچ تو یہ ہے۔ کہ دِل کی بیماری سے بڑھ کر اذیت دینے والی اور کوئی بیماری نہیں ہے،

(۱۰) علتِ عاشق ز علتہا جداست عشق اصطرلاب اسرار خداست

اصطرلاب ایک آلہ ہے جس سے آفتاب کا ارتفاع وغیرہ دریافت کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ عاشق کی بیماری دوسری بیماریوں سے بالکل مختلف ہوتی ہے، اور اس کے مختلف ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ بخلاف اور بیماریوں کے مرضِ عشق، معرفتِ الٰہی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ایسا کیوں کر ہو جاتا ہے، اس کی تشریح اگلے شعر میں کرتے ہیں،

(۱۱) عاشقی گر زیں سرو گر زاں سراست عاقبت مارا بداں شہ رہبر است

اکثر شارحین نے "زیں سر" سے عشق مجازی اور "زاں سر" سے عشق حقیقی مراد لیا ہے۔ لیکن مولٰنا نے اسی حکایت میں آگے چل کر یہ فرمایا ہے عہ عشقہائے کز پئے رنگے بود ؛ عشق نبود عاقبت ننگے بود، اس لئے عشق مجازی کو رہبرِ حقیقت قرار نہیں دے سکتے۔ پس "زیں سر" اور "زاں سر" دونوں سے عشق حقیقی ہی مراد لینا پڑے گا۔

واضح ہو کہ عشق حقیقی کی دو صورتیں ہیں، پہلی صورت کسبی ہے، جس میں بندہ اپنی جدوجہد سے خُدا تک پہنچتا ہے اور قرآن حکیم نے اِسے طریق انابت سے تعبیر کیا ہے اور دوسری صورت وہبی ہے۔ جس میں بندہ کو جدوجہد نہیں کرنی پڑتی۔ خُدا خود اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور قرآن کریم نے اس کو طریق اصطفاء یا طریق اجابت سے موسوم کیا ہے "زیں سر" سے طریق انابت اور "زاں سر" سے طریق اجابت مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ عشق حقیقی کے دونو طریقے انجام کار انسان کو خدا تک پہنچا دیتے ہیں،

(۱۲) ہر چہ گویم عشق را شرح و بیاں چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں

جب میں عشق کی شرح اور تفصیل بیان کرنے کے بعد اس کی شان اور اس کی قدر و منزلت پر نظر کرتا ہوں

تو اُس سے شرمندہ ہو جاتا ہوں۔ مطلب یہ ہے۔ کہ عشق ایک ذوقی شے ہے۔ اور ذوقی اشیاء کا ادراک عقل کے ذریعہ سے نہیں ہو سکتا۔ وہ تو وجدان پر موقوف ہے لہٰذا جب اس حقیقت پر غور کرتا ہوں تو عشق سے بھی شرمندہ ہوتا ہوں اور اپنے آپ سے بھی کہ ناحق بیان کی زحمت اُٹھائی۔ عشق کی ماہیت اور کیفیت کا بیان لفظوں سے تو ہو ہی نہیں سکتا۔

(۱۳) گرچہ تفسیر زباں روشن گر است   لیک عشق بے زباں روشن تر است

اگرچہ زبانی بیان اکثر اوقات، اشیاء کی حقیقت کو واضح کر دیتا ہے (کیونکہ زبان اللہ نے اسی لئے بنائی ہے، کہ وہ حقایق اشیاء کو واضح کر سکے) مگر عشق کا حال زبانی بیان سے واضح نہیں ہو سکتا۔ یعنی جب عاشق پر کیفیات طاری ہوتی ہیں تو وہ کسی کے بتائے بغیر خود بخود عشق کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

(۱۴) چوں قلم اندر نوشتن می شتافت   چوں بعشق آمد قلم بر خود شگافت

قلم ہر قسم کے مشکل مسائل میں خوب چل رہا تھا۔ (بیان کرنے یا لکھنے کو شتافتن سے تعبیر کیا ہے) لیکن جب وہ عشق کی حقیقت بیان کرنے لگا تو عاجز ہو گیا۔ (اس کے عجز کو شگافتن سے تعبیر کیا ہے)

(۱۵) چوں سخن در وصف ایں حالت رسید   ہم قلم بشکست وہم کاغذ درید

جب قلم نے عشق کی حالت لکھنی شروع کی (کہ عشق کیا شئے ہے؟) تو قلم بھی ٹوٹ گیا اور کاغذ بھی پھٹ گیا۔ یعنی انسان زبان یا قلم کے ذریعے سے عشق کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔

(۱۶) عقل در شرحش چو خر در گل بخفت   شرح عشق و عاشقی ہم عشق گفت

خفتن خر در گل، کنایہ ہے عاجزی اور درماندگی سے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ عقل عشق کی واردات کا بیان نہیں کر سکتی۔ کیونکہ واردات و کیفیات عشق عقل کی دسترس سے بالاتر ہیں، ہاں عشق (عاشق) اپنی شرح خود کر سکتا ہے یعنی جب کوئی شخص عاشق ہو جاتا ہے تو عشق کے اسرار و رموز خود بخود اُس پر واضح اور منکشف ہو جاتے ہیں۔

بقیہ تنقید و تبصرہ صفحہ ۳۲ سے آگے

قیمت آٹھ آنے، ناشر مکتبہ تعمیر انسانیت، موچی دروازہ، لاہور سے مل سکتی ہے۔

یہ سلسلہ تعلیم بالغاں کے لئے شروع کیا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے، کہ مؤلف نے نہایت آسان پیرایہ میں صرفی قواعد بیان کئے ہیں، ہر قاعدہ کے بعد مشقوں کا سلسلہ دیا گیا ہے۔ جس کی بدولت ایک شخص قلیل مدت میں اس قابل ہو سکتا ہے۔ کہ آسان عربی عبارت کا مطلب بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ ہمیں یقین ہے، کہ یہ سلسلہ عربی کے شائقین کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔